Al-Mahdi Research Journal (MRJ)
Vol 5 Issue 1 (Jul-Sep 2023)
ISSN (Online): 2789-4150
ISSN (Print): 2789-4142

# اسلام کا نظریۂ نشرواشاعت

# Islam's Theory of Broadcasting

**Dr. Asma Aziz**
Assistant Prof. Dept. Islamic Studies, G. C. Women University Faisalabad. asmaaziz@gcwuf.edu.pk

**Fozia Tahseen**
Department of Islamic Studies, Government College Women University Faisalabad.

**Shama Naz**
Department of Islamic Studies, Government College Women University Faisalabad

Published:
Sep 30, 2023

## Abstract

Hazrat Muhammad(ﷺ) came with complete and comprehensive guidance for humanity. In very short period, he(ﷺ) changed the darkness of oppression and ignorance over the Arab world into the light of Divine teachings. He(ﷺ) was sent to complete all the moral values that are narrated in the Holy Qur'ān. These were practiced by him(ﷺ) and followed by his (ﷺ) companion for example to mankind. He (ﷺ) undertook to free the Quraysh of Makkah from obsolete traditions and ignorant customs and traditions, and laid the foundation of a universal spiritual, moral, political and cultural system by eliminating all prejudices of ignorance. History is a witness that the infidels of Makkah made


CC BY

desperate efforts to prevent him from speaking the truth and preaching the Da'wa-e-Islami. He offered material benefits, the rulership of Mecca, wealth and even an offer of marriage to a beautiful Arab woman, but he rejected everything and reserved his right to express his opinion. He did not let any greed, coercion, fear or material gain hinder him in spreading his beliefs and ideas, but he continued to spread his ideas fearlessly. This paper deals to examine the philosophy of Islamic broadcasting. Because of media is one of the major contributors to influencing and forming community behavior, the philosophy of Islamic based broadcasting media is particularly needed for Islamic media.

**Keywords:** Islam, Theory, Broadcasting, Dawah

## تمہید

حضرت محمد ﷺ انسانیت کے لیے مکمل اور جامع رہنمائی لے کر تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے ۲۳ برس کی قلیل مدت میں دنیائے عرب پر چھائی ہوئی ظلم و جہالت کی تاریکی کو علم و نور کے اجالے میں بدل دیا۔ آپ ﷺ کو تمام سابقہ الہامی کتب کو منسوخ کر کے قرآن پاک کی صورت میں بنی نوع انسان کو ایسا ضابطہ حیات دیا گیا جس پر عمل پیرا ہو کر آپ ﷺ کے پیروکاروں نے آزادی، مساوات، اخوت، یگانگت اور ایثار و قربانی کی لازوال داستانیں رقم کیں۔ آپ ﷺ نے قریش مکہ کو فرسودہ روایات اور جاہلانہ رسوم و رواج سے نجات دلانے کا بیڑا اٹھایا اور جاہلیت کے تمام تعصبات ختم کر کے ایک عالمگیر روحانی، اخلاقی، سیاسی و تہذیبی نظام کی بنیاد ڈالی۔

تاریخ شاہد ہے کہ کفار مکہ نے آپ ﷺ کو حق بات کہنے اور دعوتِ اسلامی کی تبلیغ سے روکنے کے لیے بے پناہ کوششیں کیں۔ مادی فوائد کا لالچ دیا، مکہ کی سرداری، دولت اور عرب کی خوبصورت عورت سے شادی کی پیش کش تک کی مگر آپ ﷺ نے سب کچھ ٹھکرا دیا اور اظہار رائے کا اپنا یہ حق محفوظ رکھا۔ آپ ﷺ نے اپنے عقائد، نظریات کی نشر و اشاعت میں کسی لالچ، جبر، خوف اور مادی فائدے کو رکاوٹ نہ بننے دیا بلکہ بلا خوف اپنے نظریات کا پرچار جاری رکھا۔ انسانی بقا، بھلائی، معاشرہ فروغ کے لیے اسلام نشر و اشاعت کے اصول درج ذیل ہیں:


CC BY

## اسلامی فلسفہ نشر واشاعت کی بنیاد

اسلامی فلسفہ نشر واشاعت کی بنیاد اسلامی مقصدِ تخلیق ہی ہے جسے خورشید احمد نے یوں لکھا ہے:

"تمام مادی ترقیات اسی وقت مفید ہو سکتی ہیں جب وہ انسان کی بھلائی کے لیے استعمال ہوں، خود برائی اور بھلائی کے اصول ان کی خاطر نہ بدل جائیں۔ یہ قوتیں جو انسان کو حاصل ہوئی ہیں اس وقت نافع ہیں جب وہ اعلیٰ مقاصد حیات کے تابع ہوں، اپنے ریلے میں انہیں بہا کر نہ لے جائیں، مقاصد و اصول کو ان کے مطابق نہیں بلکہ ان کو مقاصد واصول کے مطابق بدلنا چاہیے"۔[1]

گو کہ عہدِ نبوی میں ذرائع نشر واشاعت اس دور کے وسائل کے مطابق بالکل موجود تھے۔ البتہ ان کی پالیسی احکام الٰہی کی روشنی میں مرتب ہوتی تھی۔ انسان کی عظمت واحترام کو خصوصی درجہ حاصل تھا۔ حقوق العباد کو بھی بلند مقام حاصل تھا۔ چنانچہ مسلمانوں کو ہدایت کی گئی کہ وہ مسلمان بھائی کی غیبت سے گریز کریں، تجس و بدگمانی اور دوسروں کی ٹوہ لگانے سے باز رہیں۔ بلا تحقیق بات مت پھیلائیں، اظہارِ خیال میں نرمی و شائستگی کا دامن ہاتھ سے مت چھوڑیں۔ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے والوں کو دردناک عذاب کی خبر دی گئی۔

پروفیسر مہدی حسن لکھتے ہیں کہ

"اسلامی فلسفہ، ابلاغ میں سب سے زیادہ اہمیت انسان کے مقصد تخلیق کو حاصل ہے۔ انسان کو اشرف المخلوقات کا درجہ حاصل ہے اور اسے خدا نے سوچنے سمجھنے اور غور و فکر کرنے کی صلاحیت سے نوازا ہے"۔[2]

## امت مسلمہ: امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی داعی ہے

عہدِ نبوی میں اسلام کے نظریہ ابلاغ کو ملی طور پر نافذ کیا گیا۔ ہر فرد پر یہ فریضہ عائد تھا کہ وہ نیکی کے فروغ اور برائی کی روک تھام میں اپنا کردار ادا کرے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللهِ".[3]

"دنیا میں اب وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت کے لیے اٹھایا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو"۔


CC BY

ذرائع نشر واشاعت جو بھی ہو سبھی نیکی پھیلانے کے لیے اور برائی کو نیست و نابود کرنے کے لیے مستعمل رہے، عہدِ نبوی میں ہر مسلمان اس مشن سے بخوبی واقف تھا اور اشاعتِ دین کے لیے وہ اپنے تمام وسائل کو استعمال کرتا تھا۔ محمد صلاح الدین لکھتے ہیں کہ

> "ذریعہ ابلاغ تقریر ہو یا گفتگو یا محض اشاریہ کنایہ یا آلہ اظہار زبان ہو یا قلم، کیمرہ ہو یا برش، مجسمہ سازی ہو یا نقش نگاری، مائیکروفون، گراموفون، ٹیپ، ریڈیو اور ٹی وی ہو یا وی سی آر ان سب کا مقصد خیر کو پھیلانا ہے، زمان ومکان کی حدود سے ذرائع ابلاغ کی شکل وصورت ان کے دائرہ اثر کی وسعت اور ان کی فنی خصوصیات میں فرق واقعہ ہو سکتا ہے لیکن ان میں سے کسی کا استعمال امر المعروف و نہی عن المنکر کی پابندی سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتا"۔ [4]

تاریخ گواہ ہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر مسلمانوں کا مقصد حیات رہا ہے اور مسلمانوں کی تاریخ کے روشن باب اسی فریضہ کی ادائیگی سے بھرے پڑے ہیں۔ مسلمانوں کا نظریہ نشر واشاعت بھی اسی حکم کے تابع رہتا ہے۔ عہدِ نبوی میں اسلام کا عملی نمونہ پیش کرتے ہوئے ہر دوسرے شعبہ کی طرح نشر واشاعت کا شعبہ بھی اسلامی تعلیمات کے عین مطابق کام کرتا رہا۔

## خبر کی تحقیق ضروری ہے، لازم وملزوم ہے

عہدِ نبوی میں ذرائع نشر واشاعت پابند تھے کہ وہ کسی اطلاع کو بلا تحقیق نہ پھیلائیں کیونکہ اس طرح معاشرے میں کئی برائیاں پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ شخصیات کی برائیاں چھپانے کا حکم دیا گیا۔ دوسروں کے معاملات میں مداخلت کرنا اور تجسس کرنا ناپسندیدہ فعل قرار دیا گیا۔ کسی کو اجازت نہ تھی کہ وہ سنی سنائی بات آگے بیان کر دے۔ عہدِ نبوی میں ذرائع ابلاغ کو ایک دائرے کے اندر رہتے ہوئے آزدی وخود مختاری دی گئی۔ یہ آزادی اخلاقی اصولوں سے مشروط تھی۔ ان اصولوں کی پیروی لازم قرار دی گئی تاکہ لادینیت والحادی نظریات کا فروغ نہ ہونے پائے۔ اس پاکیزہ معاشرے میں برائی کی ترویج واشاعت کی اجازت بھلا کس طرح دی جاسکتی تھی۔ صرف ایسی خبریں پھیلانے کی آزادی تھی جو سچائی پر مبنی ہوں اور ان کا کوئی حقیقی مقصد بھی ہو۔ حتیٰ کہ تفریح بھی کوئی مقصد رکھتی ہو۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:


CC BY

"يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ"(5)

"اے ایمان والو اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو پہلے تحقیق کر لیا کرو، کہیں نادانی میں کسی قوم کو نقصان پہنچاؤ اور پھر تمہیں پچھتانا پڑے"۔

## فحش کی ترویج سے اجتناب

فحاشی سے مراد ہر وہ جنسی اکساہٹ ہے جو انسان کو بدکاری پر ابھارے مثلاً فحش مکالمے، حیا سوز عریاں تصاویر، فحش افسانے، ناول وغیرہ۔ پس عہدِ نبوی میں ایسی ہر چیز پر پابندی لگا دی گئی جو فرد کو برائی کی طرف اکسائے اور اس پاکیزہ معاشرے میں برائی کو فروغ ملے بلکہ ذرائع نشرواشاعت کے لیے ان حدود و قیود کی پابندی لازم قرار دی گئی جو رہتی دنیا تک دینِ اسلام کی پہچان بننے والی تھیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

"اِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ".[6]

"جو لوگ چاہتے ہیں کہ اہلِ ایمان میں فحش پھیلے وہ دنیا و آخرت میں دردناک عذاب کے مستحق ہیں"۔

جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے: "وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ"[7] "فحش باتوں کے قریب بھی مت پھٹکو خواہ وہ کھلی ہوں یا چھپی ہوئی"۔

تاریخ اسلامی ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے جس میں افراد نے پیغمبر آخر الزماں سے اختلاف کیا یا بھری مجلس میں ٹوک دیا مگر نبی ﷺ نے اس کا برا نہ منایا اور نہ کسی طرح کا دباؤ ڈالا۔ پس عہدِ نبوی میں ذرائع نشرواشاعت کو تنقید و احتساب کا پورا حق حاصل تھا۔ وہ بھی پوری جرأت اور بے باکی سے احتساب کر سکتے تھے۔ جیسا کہ پروفیسر مہدی حسن لکھتے ہیں کہ :

"اسلامی نظریہ ابلاغ میں اطلاع کے ذریعے کی ساکھ یا ثقاہت کو بہت اہمیت حاصل ہے جس کا عملی نمونہ رسولِ خدا نے اپنے آپ کو صادق اور امین کے طور پر پیش کر کے دکھایا کیونکہ اسلام میں قول و فعل کے تضاد کی گنجائش نہیں ہے"۔[8]

OPEN ACCESS



CC BY

عہدِ نبوی میں ہر کسی پر لازم تھا کہ ایک دوسرے کی عزتِ نفس اور حفظ مراتب کا خیال رکھا جائے۔ ذرائع نشرو اشاعت سے بھی یہ تقاضا تھا کہ وہ زبان کی شائستگی اور لطافت پر پوری توجہ دیں۔ محبت اور باہمی خلوص کی فضا قائم رکھیں۔ کسی پر سخت الفاظ میں طنز نہ کریں۔ دوسروں کو ذلت آمیز ناموں سے مت پکاریں۔ مہذب اور شریفانہ طرزِ تکلم اختیار کیا جائے۔

### قولاً معروفاً، اچھی بات کرنا

عہدِ نبوی میں افرادِ معاشرہ کی تربیت اس طرح ہوئی کہ سخت مخالفت کے باوجود اخلاق کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے پاتا اور اپنی بات پوری خیر خواہی اور متانت و سنجیدگی سے کی جاتی۔ ہٹ دھرمی اور حجت بازی سے گریز کیا جاتا۔ سخت بات لکھنے اور گالی کا جواب گالی سے دینے کی بجائے نرم خوئی، سلیقے اور شائستگی سے بات کی جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلاً مَّعْرُوفًا"۔[9] "اور ان کے ساتھ بھلے مانسوں کی سی بات کرو۔"

### جاہلوں، سرکشوں سے الجھاؤ سے اجتناب

دورِ نبوت میں ایسا نظریہ نشرواشاعت معاشرے میں نافذ کیا گیا، جس میں ایک دوسرے کی دل آزاری، ایک دوسرے کی عزت پر حملہ، طعن و تشنیع اور برے القاب رکھنے کی ممانعت ہے۔ چنانچہ ذرائع ابلاغ کو چاہیے کہ وہ طنز کرنے، الزام دھرنے، پھبتی کسنے اور عیب چینی سے گریز کریں تاکہ مسلم معاشرے میں محاذ آرائی کی صورتحال پیدا نہ ہو۔ اسی طرح غیر مسلموں کی مذہبی دل آزاری کی بھی ممانعت کی گئی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ "خُذِ الْعَفْوَ وَ أمُرْ بِالْعُرْفِ وَأعْرِضْ عَنِ الْجَهِلِينَ"۔[10] "اے نبی ﷺ! نرمی اور درگزر کا طریقہ اختیار کرو، معروف کی تلقین کرو اور جاہلوں سے مت الجھو"۔

### غیر خداؤں کو بُرا بھلا کہنے سے اجتناب

نبی ﷺ کا زمانہ اسلام کے نفاذ کا بہترین نمونہ پیش کرتا ہے۔ اس دور میں مسلمانوں کا ہر معاشرتی معاملہ بہت احسن طریقے سے انجام پاتا تھا۔ کوئی فرد، گروہ یا ادارہ کسی دوسرے کی دل آزاری نہیں کرتا تھا۔ ایک دوسرے کی عزت کی جاتی تھی۔ باہمی احترام کی ایک لاجواب مثال اس خوبصورت دور میں ملتی ہے۔ نبی ﷺ کے تربیت یافتہ لوگ رہتی دنیا تک تمام انسانیت کے لیے ایک نمونہ فراہم کر گئے۔ ذرائع نشرواشاعت بھی پوری طرح ان اصولوں کے پابند تھے اور مجموعی طور پر معاشرہ فرامین الٰہی پر عمل پیرا تھا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ "وَلَا تَسُبُّو


CC BY

الَّذِيْنَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللهِ "۔[11] "یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر جن معبودوں کو پکارتے ہیں، انہیں گالیاں نہ دو"۔

## تمسخر سے اجتناب

عہدِ نبوی تاریخ کا وہ سنہری دور ہے جس میں نجی زندگی کو بہت زیادہ تحفظ حاصل تھا۔ ذرائع ابلاغ کسی طور بھی کسی شخص کے معاملات کی ٹوہ لگانے کے حق دار نہیں تھے۔ لوگوں کے راز ٹٹولنے، عیب تلاش کرنے، نجی خطوط پڑھنے، گھروں میں جھانکنے اور کھوج کرید کرنے جیسے گھناؤنے افعال کی بتی سے مذمت کی گئی تاکہ نجی زندگی محفوظ و مامون رہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

> "يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ أَنْ يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ "۔[12]
>
> "اے لوگو جو ایمان لائے ہو نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ آپس میں ایک دوسرے پر طعن نہ کرو اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد کرو"۔

دورِ نبوت میں ذرائع ابلاغ کو سلامی تعلیمات کے منافی کسی حرکت کی اجازت نہ دی گئی۔ وہ جھوٹ اور افواہیں نہ پھیلا سکتے تھے۔ افواہیں اور دروغ گوئی معاشرے کو اندر سے کھوکھلا کر دیتی ہیں اور لوگوں میں بداعتمادی اور انتشار پیدا ہوتا ہے۔ ڈاکٹر محمد یوسف فاروقی لکھتے ہیں کہ

> "افواہیں خواہ حکومت کے خلاف ہوں یا کسی ادارے کے جماعت مسلمین کے کسی فرد کے خلاف ہوں یا امت مسلمہ کے، کسی طبقے کے خلاف یہ ہر حالت میں قابل مذمت ہیں۔ تاریخ میں ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ چند افراد کی پھیلائی ہوئی باتیں پوری قوم کے لیے شرمندگی اور پریشانی کا باعث بنیں اور اس کے سنگین نتائج آنے والی نسلوں کو بھگتنا پڑے"۔[13]


CC BY

عہدِ نبوی میں کوئی مسلمان حق کو چھپاتا نہ تھا۔ دین کی فراہم کردہ ہدایات کے مطابق افراد معاشرہ ہر لالچ، خوف، دباؤ اور مصلحت سے بے نیاز تھے اور سچائی کا بول بالا تھا۔ برائیوں کے خلاف آواز اٹھانے کی ہر مسلمان میں جرأت تھی۔ جو حق کو جانتا تھا وہ دوسروں کو بھی بتاتا۔ حق بات کو چھپایا نہیں جاتا تھا۔

### شہادت اور حق بات چھپانے کی ممانعت

دورِ نبوت میں اسلامی ریاست عملی طور پر قائم کی گئی۔ دیگر اداروں کی طرح نشر و اشاعت ریاست کے اچھے کاموں کی اشاعت اور برے کی کاموں کی مذمت کا فریضہ انجام دیتے تھے۔ قرآن و تعلیمات نبوی کے فروغ اور اسلامی ذہن و کردار کی تشکیل میں اپنا کردار ادا کرتے تھے۔ ان ذرائع پر جو اہم اور وسیع ذمہ داریاں عائد ہوتی تھیں وہ انہیں بخوبی انجام دیتے تھے۔ نیکی کی اشاعت میں وہ ریاست کے معاون تھے اور معاشرے میں ہونے والے کسی بھی غلط کام کو روکنے کے لیے احتساب و گرفت میں بھی پیش پیش ہوتے تھے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

”وَ لَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ“۔[14]

"اور شہادت ہرگز نہ چھپاؤ اور جو شہادت چھپاتا ہے اس کا دل گناہ آلودہ ہے اور اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے"۔

عہدِ نبوی میں ہر کام میں میانہ روی کو اختیار کیا گیا۔ زندگی کے ہر کام میں اعتدال کی خوبی اپنائی گئی۔ عبادات و معاملات میں انتہا پسندی سے گریز کیا گیا۔ ذرائع نشر و اشاعت نے پوری ذمہ داری سے فرائض انجام دیئے۔ منافرت پھیلانے کی قطعاً اجازت نہ دی گئی۔ یہ نظریہ فطرت کے عین مطابق ہے۔

عہدِ نبوی حق و صداقت کی ترویج و اشاعت کا بے نظیر دور ہے۔ پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ نے اپنی سیرت و کردار سے یہ ثابت کیا کہ اسلام ہی وہ سچا دین ہے جو نہ صرف اپنے پیروکاروں کو حق و صداقت کی ترویج اور انصاف و صداقت کے قیام اور برائیوں کے سدباب کے لیے جدوجہد کی تلقین کرتا ہے بلکہ اس بات پر بھی زور دیتا ہے کہ افراد قوم انفرادی و اجتماعی معاملات کے سلسلے میں اپنی رائے کا آزادانہ استعمال کریں۔

### آزادیٔ رائے

”آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو یہ اجازت دے رکھی تھی کہ وہ اپنی بات بلا روک ٹوک کہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ ﷺ مالِ غنیمت تقسیم فرما رہے تھے کسی نے کہا تقسیم غنیمت مرضِ الٰہی کے خلاف ہوئی ہے، بات سخت


CC BY

تھی مگر آپ ﷺ نے معاف کر دیا۔ کسی اور کی آواز آئی کہ آپ ﷺ نے عدل سے کام نہیں لیا، فرمایا گر میں عدل نہ کروں گا تو اور کون کرے گا۔ پھر کہنے والے سے کوئی باز پرس نہیں کی"۔ [15]

"اسی طرح ایک غزوہ میں آپ نے مسلمانوں کو ہدایت کی کہ فلاں فلاں مقام پر قیام کریں اور پڑاؤ ڈالیں، ایک صحابی نے دریافت کیا یہ ارشادِ وحی سے ہے یا آپ ﷺ کی ذاتی رائے ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ میری ذاتی رائے ہے، صحابی نے عرض کیا پھر تو یہ منزل مناسب نہیں اس کی بجائے فلاں منزل مناسب ہو گی، چنانچہ اسی رائے پر عمل کیا گیا"۔ [16]

### خود احتسابی

حضرت ابو بکر صدیقؓ کا دورِ حکومت شخصی آزادی اور حریت فکر کا سنہری دور تھا۔ کسی فرد یا گروہ کو یہ حق حاصل نہ تھا کہ وہ کسی دوسرے کے ساتھ زیادتی کرے۔ ہر شخص کی عزتِ نفس کا خیال رکھا جاتا تھا۔ ذرائع نشر واشاعت کا کام صرف دین کی اشاعت اور معاشرے میں نیکی پھیلانا تھا نہ کہ کسی کی خامیوں کو اچھالنا تھا۔

> "میں بشر ہوں اور آپ میں سے کسی ایک سے بھی بہتر ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا، مجھے آپ کے تعاون کی ضرورت ہے اگر آپ دیکھیں کہ میں ٹھیک کام کر رہا ہوں تو آپ میرے ساتھ چلیں اور اگر دیکھیں کہ میں بھٹک رہا ہوں تو مجھے ٹوک دیجئے"۔ [17]

حضرت ابو بکر صدیقؓ کی وفات کے بعد حضرت عمر فاروقؓ خلیفہ بنے۔ وہ گفتار و کردار میں اللہ کی برہان تھے۔ آپ کی شجاعت، عدل و انصاف اور معاملہ فہمی قابل ستائش تھی۔ آپ کے قبول اسلام سے مسلمانوں کو تقویت ملی اور دینِ اسلام کی تبلیغ میں وسعت اور ہمہ گیری پیدا ہوئی۔ آپ کے دور میں ہر شخص کو اجازت تھی کہ وہ سرِ عام خلیفہ کا محاسبہ کرے۔ جیسا کہ محمد صلاح الدین لکھتے ہیں کہ

> "حضرت عمرؓ کے دور میں آزادئ اظہارِ رائے کا یہ عالم تھا کہ ایک آدمی راہ چلتے یا بھری محفل میں بر سر منبر جہاں چاہتا آپؓ کو ٹوک سکتا تھا، آپؓ سے اپنی شکایت بیان کر سکتا تھا، آپؓ کا مواخذہ کر سکتا تھا اور اظہار رائے کی اس روح کو بیدار رکھنے کے لیے ہمیشہ شکایت کنندہ کی بات پر پوری توجہ دیتے"۔ [18]

قرآن کی اشاعت اور درس و تدریس کے لیے خصوصی انتظامات کیے گئے۔ حضرت عثمان بن عفانؓ مسلمانوں کے تیسرے خلیفہ تھے۔ گزشتہ دونوں خلفاء کی طرح انہوں نے بھی نشر واشاعت کے شعبہ کو دین کے تابع رکھنے کی


OPEN ACCESS
CC BY

حتی الوسع کوشش کی۔ آپؓ نے ہمیشہ مظلوموں کی دادرسی کی اور مسلمانوں میں اتفاق واتحاد پیدا کرنے کی کوشش کی۔ آپؓ نے ایک مرتبہ مجمع عام میں فرمایا:

”اگر کسی کا مجھ پر کوئی حق ہو یا ظلم کرنے کا دعویٰ ہو تو میں حاضر ہوں، اگر چاہے تو مجھ سے بدلہ لے لے اور اگر چاہے تو معاف کر دے“۔[19]

آپؓ کا دورِ حکومت اختلافات اور اظہار رائے کی آزادی کا بے مثال دور ہے۔ آپؓ نے سب کی عزتِ نفس کا خیال رکھا۔ خود بھی دوسروں کی عزت واحترام کا پورا خیال رکھا۔ اپنے مخالفین سے کوئی زیادتی نہ کی۔ آپؓ نے شخصی آزادی پر کوئی قدغن نہ لگائی۔ مخالفین آپ کی نرم مزاجی کی وجہ سے سازشوں پر کمربستہ ہو گئے۔ آپؓ نے کبھی سخت رویہ اختیار نہ کیا۔ آپؓ نے ہمیشہ سیاسی اختلافات کو بات چیت سے طے کرنے کی کوشش کی۔ صرف اپنی طرف سے احکام جاری کرنے پر اصرار نہ کیا بلکہ مخالفین کی رائے کو بھی اہمیت دی۔ یوں آپؓ نے حق کا بول بالا کرنے کی خاطر اپنی جان کی بھی پرواہ نہ کی، جیسا کہ محمد صلاح الدین فرماتے ہیں کہ

”حضرت عثمانؓ نے تو سیاسی اختلاف کے اظہار کی اتنی کھلی چھوٹ دی کہ مخالفین کو طاقت سے کچلنے یا ان کی زبان بندی کرنے پر اپنی جان دینے کو ترجیح دی“۔[20]

حضرت علی ابن ابی طالبؓ مسلمانوں کے چوتھے خلیفہ تھے، جنہوں نے اوائل عمری ہی میں اسلام قبول کیا۔ آپؓ کا سینہ علم وحکمت کا سفینہ تھا۔ آپ کی ذہانت وفطانت مثالی تھی۔ آپؓ کا دورِ عدل وانصاف کا مثالی دور تھا جس میں ایک عام آدمی کی طرح خلیفۂ وقت کو عدالت میں حاضر ہونا پڑتا تھا۔

آپؓ بھی گزشتہ تینوں خلفاء کی طرح ذرائع ابلاغ کو اسلامی تعلیمات سے مطابقت کے لیے کوشاں رہے۔ کسی شخص کو یہ ڈھیل نہ دی کہ وہ دوسرے کو اظہارِ خیال سے روکے بلکہ خود عمل کر کے دکھایا کہ شخصی آزادی کیا ہے۔ آپؓ کے دور میں خوارج کی سازشیں اور فتنہ انگیزیاں عروج پر تھیں مگر آپؓ نے انہیں طاقت سے نہ دبایا بلکہ تحریری پیغامات بھجوا کر ان کی اصلاح کرنے کی کوشش فرمائی۔ ان کے ساتھ تحریری معاہدے طے فرمائے۔ امن کے قیام کی خاطر کسی قسم کی افراتفری نہ پھیلنے دی۔ بلکہ نرمی سے سمجھا کر انہیں ظلم زیادتی کرنے سے منع فرمایا۔ آپؓ چاہتے تو انہیں بزورِ شمشیر روک سکتے تھے لیکن ایسا نہ کیا بلکہ حکمت سے کام لے کر امن کو بحال کیا۔

جیسا کہ امین احسن گیلانی لکھتے ہیں کہ


CC BY

"تم کو آزادی ہے جہاں چاہے رہو البتہ ہمارے اور تمہارے درمیان یہ قرار داد ہے کہ ناجائز طور پر کسی کا خون نہیں بہاؤ گے، بدامنی پیدا نہیں کروگے اور کسی پر ظلم نہیں ڈھاؤ گے"۔ 21

حضرت علیؓ نے اپنی ذات کی خاطر کسی کی زبان بندی نہ کی، خارجی آپؓ کو برا بھلا کہتے اور ریشہ دوانیوں میں مصروف رہتے مگر آپؓ نے ان سے ذاتی عناد نہ رکھا اور نہ انہیں جیل کے اندھیرے دکھائے۔

"وہ اعلانیہ آپؓ کو گالیاں دیتے تھے، قتل تک کرنے کی آپؓ کو دھمکیاں دیتے تھے مگر ان باتوں پر جب کبھی ان کو پکڑا گیا تو آپؓ نے انہیں چھوڑ دیا اور اپنی حکومت کے افسروں سے فرمایا کہ جب تک وہ باغیانہ کاروائیاں نہ کریں محض زبانی مخالفت اور دھمکیاں ایسی چیز نہیں جن کی وجہ سے ان پر ہاتھ ڈالا جائے"۔ 22

مختصر یہ کہ تمام خلفاء راشدین نے عوام الناس کو اظہار رائے کی مکمل آزادی دی۔ انہوں نے اپنی حکومت چکانے کی خاطر عوام کی رائے کو نہ دبایا اس لیے دورِ خلافت ایک مثالی دور رہا۔ دراصل یہ عہدِ نبوی کی پیروی کرنے کا دور بھی تھا۔ بلکہ یہ چاروں یارانِ نبی ﷺ دراصل حضرت محمد ﷺ ہی کے تربیت یافتہ تھے۔ پس انہوں نے بنی گو اپنے لیے نمونہ بنایا اور نبی ﷺ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے تمام معاملات کیے۔ خلفاء راشدین کے علاوہ دیگر صحابہ کرامؓ بھی ذرائع نشر واشاعت کی ترقی کے لیے کام کرتے رہے۔ انہوں نے بھی اسلام کے دائرہ میں رہتے ہوئے ان ذرائع کا استعمال کیا۔ مثلاً حضرت امیر معاویہؓ نے "البرید" کا آغاز کیا۔

بہر حال عصر حاضر کے ذرائع نشر واشاعت معاشرے کے طرزِ فکر اور طرزِ زندگی کو تبدیل کرنے میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ چنانچہ ذرائع ابلاغ پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ملکی سیاست، صنعت، اقتصادیات، تعلیم اور معاشرتی نظام کو درپیش مسائل حل کرنے میں تعاون کریں اور مستقبل کی ترقی و خوشحالی میں اپنا کردار ادا کریں۔

پروفیسر ڈاکٹر مسکین علی حجازی لکھتے ہیں کہ

"اس زمانے میں تبدیلیوں کی رفتار تیز تر ہو چکی ہے نت نئی ایجادات ہو رہی ہیں، زندگی کے ڈھب بھی تبدیل ہو رہے ہیں۔ عقل و دانش کا تقاضا ہے کہ حال ہی کو نہیں مستقبل کو بھی پیشِ نظر رکھا جائے اور اس کے لیے منصوبہ بندی کی جائے۔ قوم میں مستقبل کی ضرورتوں کا احساس پیدا کرنے اور مستقبل کی منصوبہ بندی کرنے میں بھی ذرائع ابلاغ اہم کردار ادا کر سکتے ہیں"۔ 23


CC BY

پسِ دنیا کے ہر معاشرے میں ذرائع ابلاغ ایک ضرورت بن چکے ہیں۔ ان کی اہمیت افراد اور حکومتوں کے لیے مسلمہ ہے۔ ان ذرائع کے بغیر سیاسی، تعلیمی، معاشرتی اور اقتصادی ترقی کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ دورِ حاضر ذرائع نشر واشاعت کی حکمرانی کا دور ہے۔

**خلاصہ بحث**

یہ آرٹیکل اسلام کے نظریۂ نشر واشاعت کے حوالے سے خاصی اہمیت کا حامل ہے۔ اس کا خلاصہ کچھ یوں ہے: امت مسلمہ بہترین امت ہونے کا اعزاز رکھتی ہے اور تا قیامت راہِ ہدایت متعین کر دی گئی ہے۔ قرآن اور حدیث سے حاصل ہونے والی تعلیمات ہر شعبہ زندگی کے لیے رہنمائی فراہم کرتی ہیں۔ اسلامی فلسفہ نشر واشاعت کی بنیاد بھی اسلامی اصولوں پر ہی رکھی گئی ہے۔ مغرب کی ثقافتی یلغار مسلمانوں کو اپنے طرزِ حیات سے بیگانہ کر رہی ہے۔ آرٹ، ثقافت اور تفریح کی آڑ میں بے حیائی کو فروغ دیا جا رہا ہے۔ مسلم ممالک کو عصرِ حاضر میں جن چیلنجز کا سامنا ہے ان میں سے ایک بہت بڑا چیلنج ذرائع نشر واشاعت کے غلط استعمال سے پھیلائی جانے والی اخلاقی برائیوں کو روکنا بھی ہے۔

نشر واشاعت کی تینوں اقسام جو کہ مطبوعہ، سمعی اور بصری ذرائع کے نام سے موسوم ہیں۔ معاشرے کی اصلاح میں ان کی حیثیت ریڑھ کی ہڈی کی سی ہے۔ یہ ذرائع انسانی فکر و عمل کو بے حد متاثر کرتے ہیں۔ عقائد، عبادات، اخلاقیات، معاملات اور سیاست تمام شعبہ ہائے زندگی پر ان کے گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ گو کہ ذرائع نشر واشاعت کی اہمیت تسلیم شدہ ہے۔ ذرائع نشر واشاعت کے زیر اثر ابھرنے والی قوم انہی کا عکس ہوتی ہے۔ کسی بھی مسلمان معاشرہ میں ان ذرائع کو شتر بے مہار کی مانند نہیں چھوڑا جا سکتا۔ ان کا بے لگام ہونا معاشرتی بگاڑ کا باعث ہے۔ پس اگر ہم اسلامی معاشرہ کے قیام کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوتے ہوئے دیکھنا چاہتے ہیں تو ہر قسم کے میڈیا کی اصلاح ناگزیر ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ دورِ حاضر میں اہلِ اسلام کو جس ثقافتی جنگ کا سامنا ہے، اس کا مقابلہ کرنے کے لیے اسلامی دنیا قرآن و سنت کے تقاضوں کے پیش نظر مسلم ثقافت کے مطابق نشر و اشاعت کا عملی نمونہ پیش کرے۔ یہ اقدام نسل نو کی کردار سازی میں معاون ہے۔ اسی طرح ایک حقیقی اسلامی معاشرہ وجود میں آسکتا ہے۔

**نتائج وسفارشات**

اس تحقیقی کام کے نتیجے میں مندرجہ ذیل سفارشات سامنے آئی ہیں:

OPEN ACCESS



CC BY

1. بندگی رب کا قیام اور فلاحِ انسانی اُمتِ مسلمہ کا خاص مقصد تخلیق ہے۔ پس ہر دور میں اہل اسلام کا فریضہ ہے کہ اس اعلیٰ مقصد کے حصول کے لیے کوشاں رہیں۔
2. اسلام کے نظریہ نشر و اشاعت کی ترویج کے لیے انفرادی اور اجتماعی سطح پر ٹھوس اقدامات کیے جائیں۔
3. ملکی ذرائع نشر و اشاعت کو نظریہ پاکستان سے ہم آہنگ کیا جائے تاکہ ملک دشمن عناصر بے حیائی پھیلانے میں ناکام ہوں۔
4. دشمنانِ اسلام کے مذموم عزائم پر کڑی نظر رکھی جائے اور مغربی، ثقافتی یلغار کی روک تھام کرنے کے لیے ذرائع نشر و اشاعت اپنی ذمہ داریاں بطریق احسن ادا کریں۔
5. مطبوعہ، سمعی اور بصری تینوں قسم کے ذرائع نشر و اشاعت کو اسلام کے اصولوں کے مطابق ڈھالا جائے۔ اخبارات و رسائل ہوں، ریڈیو، ٹیلی ویژن یا سینما خلافِ اسلام مواد کسی اشاعت و پیشکش پر پابندی لگائی جائے۔
6. حکومتی سطح پر ذرائع نشر و اشاعت کی نگرانی کی جائے اور ایسی پالیسی مرتب کی جائے جس کے تحت ذرائع نشر و اشاعت کی حدود مقرر کی جائیں۔
7. ذرائع نشر و اشاعت کے مثبت استعمال کو فروغ دیا جائے اور منفی سرگرمیاں پھیلانے پر پابندی ہو تاکہ خلافِ اسلام قوتوں کا راستہ روکا جا سکے۔
8. ذرائع نشر و اشاعت کو نسلِ نو کی تربیت اور اعلیٰ اقدار کی ترویج کے لیے استعمال کیا جائے تاکہ اخلاقی پستی کے رجحانات کی حوصلہ شکنی ہو اور سکولز، کالجز اور یونیورسٹیوں میں پیش آنے والے واقعات کی روک تھام ہو سکے۔
9. پاکستان ایک اسلامی ریاست ہے لہٰذا پیمرا کی جانب ذرائع نشر و اشاعت کے لیے اصول وضع کیے جائیں جو اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ ہوں تاکہ معاشرہ برائیوں کی آماجگاہ نہ بنے۔
10. جو میڈیا ان مقرر کردہ قوانین کی پاسداری نہ کرے اسے فی الفور بین کیا جائے اور ذمہ داران کو قرار واقعی سزا دی جائے۔


CC BY

## حوالہ جات وحواشی


1 خورشید احمد، پروفیسر، اسلامی نظریہ حیات، کراچی : شعبہ تصنیف وتالیف وترجمہ، ۱۹۸۲ء، ص ۱۰۹

2 مہدی حسن، جدید ابلاغ عام، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۰ء، ص ۲۲۵

3 آل عمران ۳: ۱۱۰

4 محمد صلاح الدین، اسلامی ریاست میں ذرائع ابلاغ کا کردار، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۱ء، ص ۱۶

5 الحجرات ۴۹: ۶

6 النور ۲۴: ۱۹

7 الانعام ۶: ۱۵۱

8 مہدی حسن، جدید ابلاغ عام، ص ۲۲۵

9 النساء ۴: ۸

10 الاعراف ۷: ۱۹۹

11 الانعام ۶: ۱۰۸

12 الحجرات ۴۹: ۱۱

13 محمد یوسف فاروقی، ڈاکٹر، افواہیں اور ان کے مہلک اثرات، اسلام آباد: دعوۃ اکیڈمی اسلامی یونیورسٹی، ۱۹۹۱ء، ص ۶

14 البقرہ ۲: ۲۸۳

15 ابو یوسف، قاضی نجات اللہ صدیقی (مترجم) کتاب الخراج، کراچی: مطبوعہ چراغ راہ، ۱۹۶۶ء، ص ۵۳

16 شبلی نعمانی، سیرت النبی ﷺ اوّل، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، س ن، ص ۲۹۵

17 خورشید احمد، فاروقی، ڈاکٹر، حضرت ابو بکر کے سرکاری خطوط، لاہور: ادارہ اسلامیات، ۱۹۷۸ء، ص ۱۵

18 محمد صلاح الدین، بنیادی حقوق، لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، ۱۹۷۸ء، ص ۲۷۰

19 مولانا گوہر رحمٰن، اسلامی ریاست، لاہور: المنار بک سنٹر، ۱۹۸۲ء، ص ۴۰۰

20 محمد صلاح الدین، بنیادی حقوق، ص ۲۷۴

21 امین احسن، گیلانی، اسلامی ریاست، لاہور: مکتبہ جماعت اسلامی، ۱۹۵۰ء، ص ۳۳

22 ابوالاعلیٰ مودودی، سیّد، تفہیمات چہارم، لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، ۱۹۸۵ء، ص ۳۲

23 مسکین علی حجازی، ڈاکٹر، پاکستان میں ابلاغیات، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۰ء، ص ۹۴



CC BY